پسند کی شادیوں کی حدود و قیود
(مذاہب خمسہ کی روشنی میں)

☆فرخ طاہرہ
☆☆ڈاکٹر ظہور اللہ الازہری

ABSTRACT

In these changing times marriage of choice without the consent of a parent/guardian has become a trend. Influence of traditions, family customs and sects are still strong in the Pakistani society. The result of this influence is conflict and turmoil in our society. The Holy Quran tells parents/guardians to give consent if the daughter wishes to marry her former husband. The Sunnah gives a clear description of the rights of woman in marriage but there exists conflict of views amongst the five schools of thought. According to Hanfi and Imamiyyah schools of thought an adult young man or young woman has the right to choose the partner of their choice, with or without the consent of parents/guardians. However, the other three schools of thought claim that ever after attaining the age of puberty, a girl or a young woman cannot marry of her own choice.

A balanced approach is for a boy or a girl to choose their partner with mutual consent i.e. parents/guardians of the boy and the girl agreeing to the marriage. Even the Shariah gives clear instruction regarding this issue. Both parents and children are instructed to respect the views of each other.

Keywords: marriage of love, five schools of thought, boy, girl

پاکستانی معاشرے میں وقت کے ساتھ ساتھ بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں جیسا کہ نئی نسل میں پسند کی شادی کا رجحان تیزی سے فروغ پا رہا ہے گزرتے ہوئے وقت نے نئی کو اپنے بزرگوں کے فیصلوں کے سامنے لا کھڑا کیا ہے اکثر نوجوان اپنے بزرگوں کے فیصلے کے سامنے سر جھکانے کی بجائے راہ فرار اختیار کرتے ہیں اور اپنی مرضی سے اپنے لیے

☆ایسوسی ایٹ پروفیسر، کنیئرڈ کالج، لاہور
☆☆ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف لاہور، لاہور

زوج (جوڑ) منتخب کر کے خفیا یا اعلانیہ شادی کر لیتے ہیں پاکستانی معاشرے میں آج بھی عموماً لڑکیوں کی پسند شادیوں کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کیونکہ اکثر معاشروں کی طرح پاکستان کی معاشرتی نفسیات میں اخلاق کا دہرا معیار پایا جاتا ہے مثلاً جو کام عورت کے لیے انتہائی نامناسب اور غلط تصور کیا جاتا ہے وہ مردوں کے لیے اتنا بُرا نہیں سمجھا جاتا۔ جیسا کہ اگر عورت پاکباز نہیں تو کوئی مرد بھی اُس سے شادی کرنا پسند نہیں کرتا جبکہ اس کے برعکس مردوں سے اس معاملے میں زیادہ باز پرس نہیں کی جاتی ہمارے معاشرے میں آج بھی مردوں کو عورتوں کی نسبت شادی بیاہ کے معاملے میں بہت زیادہ اختیار حاصل ہے جبکہ اکثر عورتوں پر خاندان کے مردوں کی رائے مسلط کی جاتی ہے۔

لیکن شریعت اسلامیہ نے جس طرح مردوں کو پسند کی شادی کا اختیار دیا ہے ویسے ہی عورت کو بھی دیا ہے کہ وہ شادی کے لیے ایسے مرد کا انتخاب کر سکتی ہے جس سے نکاح شرعاً حرام اور ناجائز نہیں ہے۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۳۲ میں ارشاد ربانی ہے۔

ترجمہ: ”اور جب تم عورتوں کو طلاق دے دوں پس وہ اپنی عدت تمام کر چکیں تو اب انہیں اپنے خاوندوں سے نکاح کرنے سے نہ روکو“

لیکن لڑکیوں کی پسند کی شادی کے حوالے سے ائمہ وفقہائے کرام نے اختلاف پایا جاتا ہے۔ زیرِ نظر آرٹیکل میں پسند کی شادیوں کی حدود و قیود پر مفصل بحث کے ساتھ نکاح کے سلسلے میں بالغوں کے حقوق اور اولیاء کے حق تصرف کا مفصل و مدلل جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

بالغوں کے حق تصرف نفس پر فقہاء کا نقطہ نظر

شریعت نے کن لوگوں کو اپنے نکاح کا اختیار دیا ہے اور کن لوگوں کے نکاح کا اختیار ان کے اولیاء کو تفویض کیا ہے؟ اس ضمن میں مختلف فقہاء کے نقطہ نظر میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ فقہ حنفی اور فقہ جعفری کے مطابق جس طرح عاقل و بالغ مرد کو اپنے نکاح کا مکمل اختیار ہے اسی طرح عاقلہ و بالغہ عورت کو بھی اپنے نکاح کا مکمل اختیار ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں واضح انداز میں نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلاَ تَحِلُّ له، مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه، ط“ (1)

” پھر اگر اس نے (تیسری مرتبہ) طلاق دے دی تو اس کے بعد وہ اس کے لیے حلال نہ ہوگی یہاں تک کہ وہ کسی اور شوہر کے ساتھ نکاح کر لے۔"

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلاَ تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ“(2)

”اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آپہنچیں تو جب وہ شرعی

دستور کے مطابق باہم رضامند ہو جائیں تو انہیں اپنے (پرانے یا نئے) شوہروں سے نکاح کرنے سے مت روکو۔"

اسی عنوان کے تحت سورہ البقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْه اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط"[3]

"پھر جب وہ اپنی عدت (پوری ہونے) کو آپہنچیں تو پھر جو کچھ وہ شرعی دستور کے مطابق اپنے حق میں کریں تم پر اس معاملے میں کوئی مؤاخذہ نہیں۔"

ان تینوں آیات کا ظاہری حکم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مطلقہ عورت اپنے نکاح کے سلسلے میں معروف طریقے کے مطابق جو بھی قدم اٹھائے تو اسے اس بات کا مکمل اختیار ہے۔ یہ عمل ولی کی اجازت یا اس کی طرف سے نکاح کے مراحل کی انجام دہی پر منحصر نہیں۔

اسی طرح احادیث مبارکہ سے بھی بالغہ عورت کے اختیار نکاح کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"الثيب أحق بنفسا من وليها والبكر يستأذنها أبوها فى نفسها وإذنها صماتها۔"[4]

"بیوہ عورت اپنے نفس کی ولی سے زیادہ حقدار ہے جبکہ کنواری سے اس کا باپ اس کے (نکاح) کے معاملے میں اجازت لے اور اس (کنواری) کی خاموشی اس کی اجازت ہے۔"

ایک اور روایت میں الثیب کی بجائے "الأيم" کے الفاظ آتے ہیں:

"الإيم أحق بنفسها۔"[5]

"غیر شادی شدہ عورت (خواہ کنواری ہو یا بیوہ) ولی کی بہ نسبت اپنے نفس کی زیادہ حق دار ہے۔"

عربی میں "أيّم" کے مفہوم میں ہر وہ عورت آتی ہے جس کا کوئی شوہر نہ ہو خواہ ثیبہ ہو یا باکرہ۔

آئندہ صفحات میں عاقلہ و بالغہ کے حقِ تصرف النفس پر مختلف فقہاء کی آراء کو تفصیل سے پیش کیا جائے گا

1. بالغوں کے حق تصرف نفس پر احناف کا نقطہ نظر

"شادی" زندگی کے دیگر تمام معاملات سے زیادہ اہم معاملہ ہے جس کو شریعت کی رو سے ہر وہ شخص انجام دے سکتا ہے جو اسے انجام دینے کی کامل اہلیت رکھتا ہو، یعنی وہ شخص عاقل اور بالغ ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ عاقل بالغ مرد اور عورتوں کی شادی کے حوالے سے، فقہاء احناف کی کتابوں میں اتفاق ہے کہ اولیاء کو ان پر کسی قسم کی ولایت نہیں بلکہ وہ اپنے نکاح میں مکمل طور پر آزاد ہیں۔ امام کاسانی اس نقطہ نظر کو یوں بیان کرتے ہیں:

"فلا تثبت هذه الولاية على البالغ العاقل ولا على العاقلة البالغة۔"[6]

"یہ ولایتِ (نکاح) نہ تو عاقل بالغ مرد پر ثابت ہے اور نہ عاقلہ بالغہ عورت پر۔"

نکاح میں ولایت اجبار کی بابت حنفیہ اور جعفریہ کے ہاں لڑکے اور لڑکی کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

حنفیہ کی رائے کے مطابق "ولی عصبہ" صرف صغیر و صغیرہ، مجنون و مجنونہ اور معتوہ و معتوہہ اور غلام کے نکاح پر حق ولایت حاصل ہے لیکن عاقلہ و بالغہ (خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ) کے نکاح میں عاقل و بالغ لڑکے کی طرح ولی کی موجودگی شرط نہیں ہے صرف باکرہ کے لیے اخلاقی و معاشرتی طور پر یہ بہتر ہے کہ وہ اپنے نکاح کا معاملہ اپنے ولی کے سپرد کر دے۔

عاقل و بالغ مرد و عورت سے ولایت اس کی بلوغت کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ جبکہ مجنون و مجنونہ اور معتوہ و معتوہہ ولایت عقل کے آنے کے بعد ختم ہو جاتی ہے یہاں تک کہ نشہ کرنے والے پر نشہ سے افاقہ کے بعد اور غلام سے اس کی آزادی کے بعد ولایت ختم ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ در مختار میں مذکور ہے:

"ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ۔"(7)

"بالغہ و باکرہ کو نکاح پر مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ بلوغ سے اس پر سے ولایتِ ختم ہو جاتی ہے۔"

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ظاہر الروایہ کے مطابق عاقلہ و بالغہ (چاہے باکرہ ہو یا ثیبہ) کا نکاح اس کی اپنی مرضی سے ولی کی اجازت کے بغیر منعقد ہو جاتا ہے۔ جبکہ امام محمد کے نزدیک ایسا نکاح ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ جیسا کہ الهداية میں ذکر ہے:

"وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضائها وإن لم يعقد عليها وليٌ بكراً كانت أو ثيبة عند أبى حنيفة وأ بى يوسف فى ظاهر الرواية، وعن أبى يوسف أنه لا ينعقد إلاّ بولى، وعند محمد رحمة الله عليه ينعقد موقوفاً۔"(8)

"ظاہر الروایہ کے مطابق امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک آزاد عاقلہ و بالغہ عورت کا نکاح اس کی رضا سے منعقد ہوتا ہے۔ اگرچہ ولی نے اس کا عقد نکاح نہ کیا ہو خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ اور امام ابو یوسف سے ایک روایت میں اس کا نکاح ولی کے بغیر منعقد نہیں ہوتا اور امام محمد کے نزدیک نکاح کی صحت کی اجازت ولی پر موقوف ہوتی ہے۔"

مندرجہ بالا عبارت سے حنفی مسلک کے درج ذیل تین مختلف نکتہ ہائے نظر سامنے آتے ہیں:

1. امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک عاقلہ و بالغہ ثیبہ و باکرہ کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر منعقد ہو جاتا ہے۔
2. ایک روایت کے مطابق امام یوسف کے مطابق ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کا انعقاد ممکن نہیں۔
3. جبکہ امام محمد کے نزدیک اس طرح کا نکاح ولی کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔

امام کاسانی اپنی کتاب میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے قول کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں:

''وأما ولاية الندب والاستحباب فهى الولاية على الحرة البالغة بكراً كانت أو ثيباً فى قول أبى حنيفه وزفر وفى قول أبى يوسف الأول-''(9)

''امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے پہلے قول کے مطابق ولایت ندب واستحباب آزاد عاقلہ وبالغہ عورت پر ثابت ہے خواہ وہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔''

امام مرغینانی نے لکھا ہے:

''ولا يجوز للولي إجبار البالغة على النكاح -----لأنها حرة مخاطبة بالتكاليف الشرعية، بالغة فلا يكون للغير عليها ولاية.'' (10)

''ولی کے لئے جائز نہیں کہ بالغہ کو نکاح پر مجبور کرے کیونکہ وہ آزاد ہے اور احکام شریعہ کی مخاطب ہے اور چونکہ وہ بالغہ ہے اس لیے کسی کو اس پر ولایت حاصل نہیں ہو گی۔''

اگر ولی نے عورت کی اپنی پسند سے کی گئی شادی سے اتفاق کیا تو سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تحقق ہو گیا اور عقد صحیح اور بابرکت ہوا، کیونکہ اس میں نکاح کے تمام ارکان، شرائط اور آداب کو ملحوظ رکھا گیا ہے، لیکن امام محمد بن الحسن (جن کے نزدیک ولی کی موافقت شرط ہے) کی رائے کے مطابق اس اتفاق سے نقص ختم ہو جائے گا، کیونکہ ولی کی اجازت متحقق ہو گی لیکن اگر ولی نے نکاح کو رد کر دیا تو اس سے عقد کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور عقد صحیح، نافذ اور لازم ہو گا، الا یہ کہ نکاح غیر کفو میں ہو یا مہر میں غبن فاحش کے ساتھ ہو۔

مذکورہ تمام بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حنفی فقہ کے مطابق عاقلہ وبالغہ عورت اپنا نکاح خود کرنے کی مجاز ہے مگر اسے اپنے اولیاء سے مشورہ لینا مستحب ہے اور اگر وہ ان کو اعتماد میں لے کر اپنے نکاح کے معاملات ان کو تفویض کر دے تو یہ بات سنت کے مطابق ہے۔ اسی موقف کو امام شامیؒ یوں بیان کرتے ہیں:

''يستحب للمرأة تفويض أمرها إلى وليها كى لاتنسب إلى الوقاحة-''(11)

''عورت اپنے نکاح کا معاملہ اپنے ولی کو تفویض کرے تو یہ مستحب ہے تاکہ اس عورت کی طرف بے حیائی کی نسبت نہ کی جا سکے۔''

ابن عابدین شامی ایک اور مقام پر بیان کرتے ہیں:

''أن المرأة إذ زوجت نفسها من كفء لزم على الأولياء وإن زوجت من غير كفء لا يلزم-''(12)

”اگر عورت نے اپنی پسند سے کفو میں شادی کر لی تو اولیاء پر اس کی موافقت لازم ہے اور اگر اس نے غیر کفو میں کی تو پھر ان پر اس کی موافقت لازم نہیں۔

صاحب در مختار بیان کرتے ہیں:

”ویفتی فی غیر الکفء بعدم جوازہ أصلا وھو المختار للفتوی (لفساد الزمان) فلا تحل مطلقة ثلاثا نکحت غیر کفء بلا رضا ولی بعد معرفته إیاه-“(13)

”شوہر کے غیر کفو ہونے کی صورت میں فساد زمانہ کی بنا پر اس نکاح کے عدم جواز کا ہی فتویٰ دیا جائے گا۔ پس جب تین طلاقوں والی عورت نے ولی کی رضامندی کے بغیر غیر کفو میں نکاح کیا اور ولی کو اس بات کا علم ہو گیا تو یہ حلال نہیں ہو گی۔“

صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ ہر ولی مقدمہ کو اچھی طرح نہیں پیش کر سکتا اور نہ ہر قاضی عدل کرتا ہے اور اگر ولی اچھی طرح مرافعت کر بھی لے اور قاضی انصاف بھی کرے پھر بھی ہو سکتا ہے کہ ولی بار بار حکام کے دروازے پر آنے سے غیرت محسوس کرتے ہوئے اور مقدمہ کو گراں بار سمجھ کر اعتراض ہی ترک کر دے۔ ایسی صورت میں ضرر متحقق ہے۔

”فیتقرر الضرر فکان منعه دفعا له-“(14)

”لہٰذا ولی کا روکنا اس ضرر کو دفع کرنا ہے۔“

امام محمود حنفی نکاح میں عورتوں کی عبارت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”وعبارة النساء معتبرة فی النکاح حتی لو زوجت الحرة العاقلة البالغة نفسها جاز، وکذلک لو زوجت غیرھا بالولایة أو الوکالة، وکذا إذا وکلت غیرھا فی تزویجها أو زوّجها غیرھا فأجازت-“(15)

”نکاح میں عورتوں کی عبارت معتبر ہے، لہٰذا اگر آزاد عاقلہ بالغہ عورت نے اپنا نکاح خود کر لیا تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر اس نے ولایت یا وکالت کے طور پر دوسرے کا نکاح کر دیا تو بھی جائز ہے، اسی طرح اگر اس نے دوسرے کو اپنے نکاح کا وکیل بنا دیا یا دوسرے نے اس کا نکاح کر دیا اور اس نے اجازت دے دی تو بھی جائز ہے۔“

اس تمام بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ عاقلہ و بالغہ (باکرہ و ثیبہ) کو اپنے نکاح میں ولی کی اجازت کی شرط صحت نکاح کے لیے نہیں بلکہ ولی سے مشورہ کرنا اور اپنے معاملاتِ نکاح کو ولی کے حوالے کرنا مستحب ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی اہم بات مد نظر رہنی چاہیے کہ اگر عاقلہ و بالغہ، ثیبہ و باکرہ اپنی مرضی سے ولی کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کر لیں تو یہ نکاح مطلقاً صحیح تسلیم کیا جائے گا اور وہ عورت گناہگار نہیں ہو گی۔ اس بات کی دلیل یہ ہے کہ بلوغت کے بعد اولیاء کا حق

ولایت ختم ہو جاتا ہے اور اسے اپنے مال پر تصرف کا حق بھی حاصل ہو جاتا ہے اور جس کو اپنی ذات پر تصرف کا حق حاصل نہیں اس کو اپنی ذات پر تصرف کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ لہٰذا اپنے شوہر کا انتخاب کرے تو اس کا نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا یہ عمل خلاف مستحب ہو گا۔ جیسا کہ فتح القدیر میں علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

''عن أبی حنیفة تجوز مباشرة البالغة العاقلة عقد نکاحها ونکاح غیرها مطلقاً إلا أنه خلاف المستحب وهو ظاهر المذهب۔''(16)

''امام ابو حنیفہ کے نزدیک عاقلہ بالغہ عورت کا اپنا نکاح خود کرنا جائز ہے مگر خلاف مستحب ہے. یہی ظاہر مذہب ہے۔''

لفظ'' خلاف مستحب '' سے ظاہر ہو رہا ہے کہ خود نکاح کرنے، پسند کی شادی والی لڑکی گناہ گار نہیں ہو گی البتہ اس طریقہ کار کی معاشرتی سطح پر حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی۔ شریعت اسلامیہ نے عاقل، بالغ، آزاد شخص کو اپنا نکاح خود کرنے کا اختیار دیا ہے اور ان کے علاوہ مثلاً صغیر، صغیرہ، مجنون، مجنونہ، معتوہ، معتوہہ اور غلام، باندی وغیرہ کے نکاح کا اختیار ان کے اولیاء کے حوالے کیا ہے، اس سلسلہ میں اصل یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کو اپنے مال میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہے اس کو اپنے نفس میں بھی تصرف کا حق حاصل ہو گا اور وہ شخص جس کو اپنے مال میں تصرف کرنے کا حق حاصل نہیں ہے اس کو اپنے نفس میں بھی تصرف کرنے کا حق حاصل نہیں ہو گا، لہٰذا عاقل، بالغ، آزاد کو چونکہ اپنے مال میں تصرف کرنے کا حق حاصل ہے اس لئے اپنے نفس میں بھی تصرف کرنے کا حق حاصل ہو گا، اور جن کو اپنے مال میں تصرف کا حق حاصل نہیں ہے ان کو اپنے نفس میں بھی تصرف کا حق حاصل نہیں ہو گا بلکہ ان کے معاملات میں تصرف کرنے کا حق ان کے اولیاء کو ہو گا۔

بالغوں کے حق تصرف نفس پر جعفریہ کا نقطہ نظر:

فقہ جعفریہ کے مطابق ولی کی اجازت باکرہ بالغہ عاقلہ کے لیے ضروری نہیں۔ بہت سی حدیثوں اور اقوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر بالغہ باکرہ عاقلہ ہو تو اس کی رضامندی نکاح میں کفایت کرتی ہے جبکہ ولی کی شرکت اور استقلال کا قول بھی اس لئے احوط ہے کہ دونوں کی رضامندی سے واقع ہو۔ عابد حسین کہتے ہیں:

''باکرہ عورت کے نکاح میں ولی باپ اور باپ کا باپ یعنی دادا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کی رضامندی کافی ہو جاتی ہے۔ اور اگر یہ دونوں مر جائیں تو فقط باکرہ کی رضامندی کافی ہے۔ اور اگر عورت باکرہ نہ ہو تو اُسی عورت کی رضامندی کافی ہے۔ گو اس کے باپ دادا موجود ہوں۔''(17)

اس حوالے کے مطابق باکرہ یا ثیبہ بالغہ و عاقلہ ہو تو اس کے نکاح میں ولی کی ضرورت نہیں۔ ولی کی ضرورت صرف اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا تقاضا ہے ورنہ شریعت کی رو سے اس کی ضرورت نہیں جیسا کہ ابو عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ باکرہ کے نکاح کے بارے میں فرماتے ہیں:

"لا بأس بتزويج البكر إذا رضيت من غير إذن أبيها-"[18]

"یعنی باکرہ راضی ہو تو اس کے لیے اپنے کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے میں کوئی حرج ہیں۔"

اسی طرح"من لا يحضره الفقيه" میں امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک روایت ہے:

" المرأة التى قد مكلت نفسها غير سفيه ولا المولى عليها تزويجها بغير ولى جائز-"[19]

"وہ عورت جو بے عقل اور بے وقوف نہیں ہے اور اس سے نکاح کا کوئی متمنی بھی نہیں ہے اور اگر وہ اپنے نفس کو بغیر ولی کے کسی کے حوالے (یعنی نکاح کرنے) کر دے تو جائز ہے۔"

گذشتہ بحث میں مختلف مکاتب فکر کے ائمہ کرام کی آراء واقوال کا جائزہ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ بالغ لڑکی کے نکاح میں اولیاء کا کیا مقام ہے اور ان کو کسی حدتک نکاح کے معاملات میں لڑکی سے اجازت لینے کا حق دیا گیا ہے۔

فقہ مالکی، شافعی اور حنبلی کے نزدیک اولیاء کو باکرہ بالغہ کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے کا حق حاصل ہے۔ لیکن اولیاء کو یہ حق صرف اس صورت میں حاصل ہے کہ وہ اس عورت کا نکاح کفو میں کریں۔ غیر کفو میں عورت کی اجازت کے بغیر اس نکاح کرنے پر عورت یا اس کے دیگر اولیاء کو فسخ کا اختیار حاصل ہو گا۔

امام شافعی کے مطابق مہر مثل کے بغیر یا اس میں کمی کر کے بھی اولیاء کو بلا اجازت نکاح کرنے کا حق نہیں۔ امام ابو حنیفہ کی رائے کے مطابق بالغہ باکرہ بلا توسط ولی اپنا نکاح خود کر سکتی ہے لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ وہ نکاح کفو میں ہو اور مہر مثل کے ساتھ ہو ورنہ دیگر اولیاء کو فسخ نکاح کا حق دیا جائے گا لیکن امام محمد اور امام ابو یوسف کے ایک قول کے مطابق عاقلہ بالغہ باکرہ کو اپنے نکاح کے معاملات میں ولی کی ولایتِ شرکت حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ ولایتِ استحباب ہے یعنی کہ اگرچہ وہ اپنا نکاح خود کرنے کی مجاز ہے لیکن اسے اپنے اولیاء سے مشورہ کرنا مستحب ہے۔ اور اس پابندی کی وجہ صرف یہی ہے کہ معاشرے میں لڑکی کے اخلاق و کردار پر کوئی انگلی نہ اٹھا سکے۔

فقہ جعفریہ کے مطابق بھی اگر باپ عاقلہ بالغہ باکرہ کا نکاح غیر کفو میں کرے تو لڑکی کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے اور ثیبہ عورت کو تو باپ کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح خود کرنے کا حق حاصل ہے۔

ان تمام نتائج کی روشنی میں یہ معلوم ہوا کہ فقہاء کے ہاں اگر بالغہ و باکرہ کے نکاح پر اولیاء کی شرکت و اجازت کی پابندی ہے تو اس کی بہت سی اخلاقی و معاشرتی وجوہات ہیں۔ کیونکہ معاشرہ افراد سے مل کر ہی تشکیل پاتا ہے۔ لہٰذا بالغہ و عاقلہ باکرہ ہو یا ثیبہ اور ان کے اولیاء کے درمیان باہمی اتفاق سے طے کئے گئے معاملات سے نہ صرف انفرادی راحت و سکون حاصل ہو گا بلکہ معاشرے میں اس متوازن اور معتدل رویوں سے خوشگوار اثرات بھی مرتب ہوں گے۔

بالغوں کے حق تصرف نفس پر ائمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر:

ائمہ ثلاثہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ولایت اجبار کے ختم ہونے کے بعد بھی لڑکی اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی صرف ولی کے توسط سے ہی اس کا نکاح ہو سکتا ہے۔ ان کے نزدیک باپ اپنی بالغہ باکرہ بیٹی کا نکاح اس کے مرضی کے بغیر بھی کر سکتا ہے۔ ائمہ ثلاثہ کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

مالکیہ کا نکتہ نظر

مالکیہ کے نقطہ نظر کے دلائل موقف کی وضاحت کرتے ہوئے ابن قدامہ مالکی لکھتے ہیں:

''إن النكاح لا يصح إلا بولي ولا تملك المرأة تزويج نفسها ولا غيرها ولا توكيل غير وليها فی تزويجها، فان فعلت لم يصح النكاح۔''[20]

''ولی کی اجازت کے بغیر نکاح صحیح نہیں اور عورت کو اپنا نکاح خود کرنے کا اختیار نہیں اور نہ وہ کسی اور کا نکاح کروا سکتی ہے اور اپنے ولی کے علاوہ وہ کسی غیر کو اپنے نکاح کے لئے وکیل نہیں بنا سکتی۔''

مالکیہ کے نزدیک ولی کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ وہ شوہر دیدہ یعنی ثیبہ سے اس کے نکاح کی اجازت لازمی طور پر لے جبکہ لڑکی اگر باکرہ ہو تو اس کی رضامندی لینا ضروری نہیں اور اس کے علاوہ مالکیہ کے ہاں صرف باپ کو ہی ولایت اجبار حاصل ہے کہ باپ اس کی اجازت کے بغیر اسے نکاح پر مجبور کر سکتا ہے۔ المقدمات میں مذکور ہے:

''فلأب أن يزوجها بغير أمرها صغيرة كانت أو كبيرة۔''[21]

''سو باپ کے لیے اپنی باکرہ بیٹی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرنا جائز ہے خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی۔''

امام ابن رشد مالکی، شافعی اور ابن ابی لیلیٰ کے نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فأما البكر البالغ، فقال مالك والشافعی وابن ابی ليلی للأب فقط أن يجبرها على النكاح---أجمعوا على أن الاب يجبر البكر غير البالغ وأنه لا يجبرالثيب البالغ۔''[22]

''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صرف باپ باکرہ بالغہ کو نکاح پر مجبور کر سکتا ہے۔۔۔ تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ باپ کو باکرہ غیر بالغہ پر ولایت اجبار حاصل ہے۔ اور ثیبہ اور بالغہ پر نہیں ہے۔''

پس واضح ہوا کہ مالکی نقطہ نظر کے مطابق باپ بالغہ باکرہ بیٹی کا نکاح اس کی مرضی کے بغیر بھی کر سکتا ہے (یعنی کہ باپ کو بیٹی کے نکاح میں ولایت اجبار حاصل ہوتی ہے) لیکن امام مالک سمیت تمام مکاتب فکر میں ثیبہ بالغہ کا نکاح کسی بھی درجے کا ولی اس کی رضا و منشاء کے بغیر نہیں کر سکتا۔

شوافع کے نقطہ نظر کے دلائل

شوافع کے نزدیک عقل و بلوغ کے بعد باکرہ لڑکی کے نکاح کے لیے اس کا نہ صرف باپ بلکہ دادا بھی اس کی

اجازت و رضامندی کا پابند نہیں ہوتا۔ اور اگر وہ بالغہ ثیبہ ہے تو اس کی اجازت کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے اس کا نکاح کریں۔ شوافع کے اس نقطہ نظر کو امام شافعی کے علاوہ امام شیرازی اور امام نووی نے بھی واضح کیا ہے کہ باپ اور دادا بطورِ ولی اس نابالغہ کنواری لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرنے کی مجاز ہیں۔[23]

امام شیرازی اس ضمن میں لکھتے ہیں:

''ویجوز للأب والجدِ تزویج البکر من غیر رضاھا صغیرة کانت او کبیرة-''[24]

''اور باپ دادا کے لیے باکرہ کا نکاح کرنا اس کی رضامندی کے بغیر جائز ہے۔ خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی۔''

لہٰذا امام شیرازی کے مطابق باکرہ خواہ بڑی ہو یا چھوٹی ہر حالت میں باپ اور دادا کو اس کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے کا حق حاصل ہے لیکن عاقلہ بالغہ ثیبہ کے کسی ولی کو اس کی اجازت کے بغیر نکاح کا حق حاصل نہیں۔ امام شیرازی لکھتے ہیں:

''فان کانت بالغة عاقلة لم یجز لأحد تزویجھا إلا بإذنھا-''[25]

''سو اگر ثیبہ عاقلہ بالغہ ہو تو کسی ولی کے لیے اس کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا درست نہیں۔''

اسی مفہوم کو امام شافعی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''وأحب إلي إن کانت بالغاً أن یستأمرھا-''[26]

''میرے نزدیک یہ امر پسندیدہ ہے کہ اگر عورت بالغہ ہے تو اس سے اس کے نکاح کی جازت لی جائے۔''

مذکورہ بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شوافع کے ہاں اگرچہ بالغہ کے ولی کو اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کرنے کا حق حاصل ہے لیکن اس سب کے باوجود اس کی رائے لینا ایک مستحب امر ہے۔

حنابلہ کا نقطہ نظر

حنابلہ کے مسلک کے مطابق اگر زیر ولایت کم سن ہے تو ولایت اجبار صرف باپ اور اس کے وصی یا پھر حاکم کو حاصل ہے لیکن اگر عورت آزاد اور بالغ ہے تو اس کے سارے اولیاء اس کی رضامندی کے بعد اس کا نکاح کرنے کے مجاز ہیں۔

امام ابن قدامہ لکھتے ہیں:

''فإن لھما تزویج الصغیرة وولایة الإجبار.''[27]

''سو ان دونوں (باپ اور اس کا وصی) کے لیے نابالغ بچی کا نکاح کرانا اور ولایت اجبار ثابت ہے۔''

باپ کے لیے نابالغہ کا نکاح اس کی ناپسندیدگی کے باوجود اگر کفو میں کیا جائے تو جائز ہے۔ امام ابن قدامہ کے الفاظ یہ ہیں:

''إن نکاح الأب إبنته البکرالصغیرۃ جائز إذا زوجھا من کفو ویجوز لہ تزویجھا مع کراھیتھا وإمتناعھا۔'' (28)

''باپ کا اپنی نابالغہ باکرہ بیٹی کا نکاح کرنا جائز ہے جب وہ کفو میں نکاح کرے اور اس کی ناپسندیدگی اور روکنے کے باوجود باپ کو اس کی شادی کا حق حاصل ہے۔''

مذکورہ دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ حنابلہ کے ہاں بالغہ باکرہ کے نکاح میں اس کے اولیاء کو چاہیے کہ وہ اس لڑکی سے اجازت لے کے اس کا نکاح کریں تاکہ کسی قسم کا شبہ یا اختلاف باقی نہ رہے لیکن ایک روایت کے مطابق نابالغہ باکرہ کے لیے باپ کو حق ولایت اجبار حاصل ہے۔

پسند کی شادیاں اور اولیاء کا حق اعتراض

گذشتہ صفحات میں عاقلہ و بالغہ کے حق تصرف نفس پر مفصل بحث کی گئی ہے ذیل میں بچیوں کے اولیاء یعنی سرپرستوں کے حق اعتراض کا مدلل جائزہ پیش کیا جائے گا کیونکہ جہاں ولایت اجبار و استحباب کے معیار و شرائط کے متعلق فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے، وہاں اس کا اثر اولیاء کے حق اعتراض پر بھی پڑے گا جیسا کہ کچھ فقہاء کے نزدیک اولیاء کو اعتراض کا حق دو اہم وجوہات کی بناء پر ہوتا ہے جب۔

عاقلہ و بالغہ ازخود ہم کفو سے مہر مثل پر نکاح کرلے۔

عاقلہ و بالغہ ازخود غیر کفو میں مہر مثل سے کم پر نکاح کرلے۔

عاقلہ و بالغہ کے ازخود ہم کفو سے مہر مثل پر نکاح کے سلسلے میں ائمہ و فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک بلوغت کے بعد لڑکی شرعی احکام کے مکلف ہو جاتی ہے لیکن اس کے باوجود نکاح کے مصالح سے واقف نہیں ہوتی۔ لہٰذا ولی کو اس کی ولایت اجبار تو حاصل نہیں ہوگی لیکن ولایت استحباب حاصل ہوگی۔

''وأما ولایۃ الحتم والإیجاب والاستبداد فشرط ثبوتھا علی أصل اصحابنا کون المولی علیہ صغیراً أو صغیرۃ أو مجنونًا کبیراً أو مجنونۃ کبیرۃً، کانت الصغیرۃ بکراً أو ثیباً فلاتثبت ھذہ الولایۃ علی البالغ العاقل ولا علی العاقلۃ البالغۃ۔''(29)

''صغیر اور صغیرہ پر اور مجنون و مجنونہ کبیرہ پر ولایت استبداد ہے چاہے وہ صغیرہ باکرہ ہو یا ثیبہ لیکن عاقل و بالغ اور عاقلہ و بالغہ پر ولایت جبر و استبداد نہیں ہے۔''

آگے چل کر مصالح نکاح پر بحث کے دوران صاحب بدائع الصنائع لکھتے ہیں:

''قولہ أن البکر وإن کانت عاقلۃ بالغۃ فلا تعلم بمصالح النکاح--- فالتحقت بالبکر الصغیرۃ فبقیت ولایۃ الاستبداد علیھا---- بخلاف الثیب البالغۃ لأنھا علمت بمصالح النکاح و بالممارسۃ ومصاحبۃ الرجال فانقطعت ولایۃ الاستبداد علیھا۔''(30)

"اس عبارت کے مطابق جہاں تک نکاح کے مصالح کا تعلق ہے تو عاقلہ و بالغہ چونکہ باکرہ ہے اور وہ مصاحبت رجال اور مصالح نکاح سے واقفیت نہیں رکھتی اس لیے اسے بھی صغیرہ کی طرح سے لیا جائے گا اور اس حوالے سے اس پر ولی کی ولایت استبداد، حاصل ہو گی لیکن اس کے برعکس ثیبہ بالغہ چونکہ مصاحبت رجال اور مصالح نکاح سے کچھ واقفیت رکھتی ہے۔ لہٰذا اس پر باکرہ بالغہ جیسی ولایت نہیں بلکہ ولایت استحباب حاصل ہو گی۔"

اور اگر عاقلہ بالغہ لڑکی اپنے کفو میں مہر مثل پر ولی کی وساطت کے بغیر نکاح کرے تو فقہ حنفی کے نزدیک یہ نکاح جائز اور درست تسلیم کیا جاہے گا۔ مؤطا امام محمد میں امام ابو حنیفہ کا یہ قول درج ذیل ہے:

"فأما أبو حنيفه فقال: إذ وضعت نفسها في كفاءة ولم تقصر في نفسها في صداق فالنكاح جائز۔"(31)

"امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر عاقلہ بالغہ نے مہر مثل میں کمی کئے بغیر کفوء میں پسند کی شادی کر لی تو ایسا نکاح درست ہے۔"

یعنی کہ عاقلہ و بالغہ لڑکی نے اگر کفو میں اور مہر مثل پر از خود اپنا نکاح کرا لیا ہے تو اس کے اولیاء کو اعتراض کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔

امام کاسانی بھی کفو میں از خود نکاح کے ضمن میں یہی رائے رکھتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

"وأما إذا زوجت نفسها من كفء و بلغ الولى، فامتنع من الإجازة فرفعت أمرها إلى الحاكم فإنه يجيزه."(32)

"اور اگر لڑکی اپنا نکاح از خود اپنے ہم کفو سے کرے اور ولی خبر ملنے پر اسے اجازت نہ دے تو لڑکی اپنا معاملہ قاضی کے پاس لے جائے گی تو قاضی اسے جائز قرار دے دے گا۔"

لیکن فقہاء احناف نے ظاہر الروایۃ سے یہ بات بھی نقل کی ہے:

"وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وَانْ لَّم يعقد عليها وليٌّ بكراً كانت اَوْ ثيباً عند أبى حنيفة وأبى يوسف رحهما فى ظاهر الرواية--- وعند محمد ينعقد وقوفاً۔"(33)

"آزاد عاقل اور بالغ لڑکی کا نکاح اس کی رضامندی کے ساتھ منعقد ہو جاتا ہے اگر ولی نے اسے منعقد نہ کروایا ہو خواہ لڑکی باکرہ ہو یا ثیبہ۔ یہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ہے اور ظاہر الروایہ کے مطابق امام ابو یوسف بھی اسی بات کے قائل ہیں۔-- امام محمد کے نزدیک وہ منعقد تو ہو جائے گا لیکن ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔"

یعنی کہ اکثر حنفی فقہاء کے نزدیک یہ نکاح درست تسلیم کیا جائے گا، امام محمد بھی ایسے نکاح کے انعقاد پر اپنے دیگر فقہاء سے متفق ہیں لیکن وہ اسے اولیاء کی اجازت کے ساتھ مشروط رکھتے ہیں لیکن دیگر فقہاء ایسے نکاح

کے انعقاد سے ہی متفق نہیں جیسا کہ صاحب ہدایہ امام مالک اور امام شافعی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وقال مالك والشافعي رحمهما الله: لا ينعقد النكاح بعبارة النساء أصلاً، لأنَّ النكاح يراد لمقاصد والتفويض إليهن مخل بها إلا أنَّ محمداً رحمه الله يقول: يرتفع الخلل بإجازة الولي-''(34)

''امام مالک اور امام شافعی رحمہا اللہ فرماتے ہیں کہ خواتین کی عبارت سے نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہو گا کیونکہ نکاح سے مراد اس کے مقاصد ہوتے ہیں اور یہ معاملہ خواتین کے سپرد کرنے کے نتیجے میں ان مقاصد میں خلل لازم آتا ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ وہ خلل ولی کی اجازت دینے سے ختم ہو جاتا ہے۔''

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات واضح ہوئی کہ حنفیہ کے نزدیک لڑکی اپنے نکاح کے معاملات میں خود مختار ہے اس کا از خود کیا ہوا نکاح منعقد ہو جاتا ہے جبکہ امام محمد ایسے نکاح کو اولیاء کی اجازت پر موقوف کر کے مشروط کر دیتے ہیں کہ اگر اولیاء اجازت دیں تو ٹھیک ہے۔ اور ایسی صورت حال میں اولیاء کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ قاضی کے ذریعے اس نکاح کو فسخ کرادیں اور یہ حق فسخ اولیاء کو دو صورتوں میں حاصل ہو گا اولاً جب نکاح غیر کفو میں کیا گیا ہو اور دوم جب نکاح مہر مثل سے کم پر کیا گیا ہو۔

چونکہ غیر کفو میں کیا گیا نکاح اولیاء کے لیے باعث تنگ و عار سمجھا جاتا ہے اور نکاح کی وجہ سے ان کی معاشرتی و سماجی ساکھ اور خاندانی وقار کو دھچکا لگتا ہے اس لیے ایسے نکاح کے انعقاد کو اولیاء کی اجازت کے ساتھ مشروط کر دیا جائے تاکہ اگر اولیاء اس نکاح کو ناپسندیدہ سمجھیں تو انہیں یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ قاضی کے پاس اس نکاح کے خلاف استغاثہ دائر کر دیں جیسا کہ البحر الرائق میں ہے:

''من نكحت غير كفء فرق الولى وهذا ظاهر فى انعقاده صحيحاً و هو ظاهر الرواية عن الثلاثة، فتبقى أحكامه من إرثٍ وطلاقٍ وقدّمنا أنه يشرط فى هذه الفرقة قضاء القاضى-''(35)

''اور جس نے غیر کفوء میں نکاح کیا تو ولی اس کو فسخ کر دے۔'' اس عبارت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نکاح اصلاً درست ہے۔ یہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ظاہر الروایہ میں ہے۔ پس ایسے نکاح پر وراثت اور طلاق کے احکام لاگو ہوں گے اور ہم نے پیچھے بیان کیا ہے کہ ایسے نکاح کو ختم کرنے کے لئے قاضی کا فیصلہ شرط ہے۔''

عاقلہ و بالغہ غیر کفو میں نکاح کرنے کی صورت میں اولیاء کو حق اعتراض اس لیے بھی دیا گیا کہ ہو سکتا ہے کہ لڑکی کا فیصلہ جذباتیت پر مبنی ہو اور اس نکاح میں نباہ نہ ہونے کا خدشہ ہو اس کے علاوہ سماجی سطح پر بھی اولیاء کے لیے ایسا بندھن باعث شرمندگی ہوتا ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں وہ اس نکاح کو فسخ کرانے کا اختیار رکھتے ہیں۔ لیکن اس کے

برعکس ایسے فیصلے کو شرعی قاضی کے فیصلے سے اس لیے مشروط رکھا گیا ہے کہ عاقلہ بالغہ لڑکی کے ازخود نکاح کر لینے کی صورت میں اولیاء اس نکاح پر اعتراض نہیں کر سکتے اور نہ ہی اسے فسخ کرا سکتے ہیں جو کفو اور مہر مثل کی صورت میں بھی ہوا ہو البتہ مہر مثل سے کم ہونے کی صورت میں ایسے نکاح کو بذریعہ مسلم قاضی فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہے۔

غیر کفو میں شادی کے حوالے سے صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

''وإذا زوجت المراة نفسها من غير كفوء فللأولياء أن يفرقوا بينهما دفعاً لضرر العار عن أنفسهم-''[36]

''جب عورت نے اپنا نکاح غیر کفوء میں کیا تو اولیاء سرپرستوں کے لئے جائز ہے کہ وہ اس نکاح کو توڑ دیں تاکہ وہ اپنے اوپر سے شرمندگی کو مٹا سکیں۔''

اور یہ اختیار اس وقت حاصل رہے گا جب تک کوئی اولاد نہ ہوئی ہو یا حمل کی علامات ظاہر نہ ہوں اور اگر حمل قرار پا جائے یا اولاد ہو جائے تو حق فسخ ختم ہو جائے گا جیسا کہ عنایہ علی ہامش فتح القدیر میں ہے:

''ولكن للولى الاعتراض فى غيرالكفوء يعنى اذا لم تلد من الزوج- وأما اذا ولدت فليس للأولياء حق الفسخ لئلَا يضيع الولد-''[37]

''اگر لڑکی نے غیر کفو میں ازخود نکاح کیا تو اولیاء صرف اس صورت میں اس نکاح کو فسخ کرانے کا حق رکھتے ہیں جب تک کہ اس کے ہاں اولاد نہ ہو (اور دوسری صورت کہ علامات حمل ظاہر نہ ہو) اور اگر اولاد ہو جائے تو فسخ نکاح کا یہ حق اولیاء کے پاس نہیں رہتا تاکہ بچے کے ضیاع کا اندیشہ نہ رہے (کیونکہ ایسی صورت میں خیر کی نسبت شر کا پہلو زیادہ غالب نظر آتا ہے)۔''

پسند کی شادیوں میں اولیاء کے حق تصرف کا تعین

یہ حقیقت ہے کہ ہمارے معاشرے میں بالخصوص دیہی علاقوں میں لڑکی کو اپنے شوہر کے انتخاب کے حق سے تقریباً محروم کر دیا گیا ہے، کیونکہ جس ماحول میں وہ رہتی ہے، اسے اپنے باپ دادا یا اولیاء کے خلاف اعتراض کا کوئی حق ہی نہیں رہتا، اس صورت حال میں ہونے والی شادیاں بڑے المیے سے دوچار ہوتی ہیں، حالانکہ شریعت سے اس بارے میں کوئی واضح سند نہیں، سوائے اس کے کہ بعض فقہاء کی رائے میں باپ کو اپنی کنواری بیٹی کو شادی پر مجبور کرنے کا مکمل اختیار حاصل ہے اور لڑکی کی رائے لینا اس کے لئے مستحب قرار دیا گیا ہے، اس سلسلہ میں امام ابو حنیفہؒ اور ان کے موافق فقہاء نے فتویٰ دیا کہ باپ یا کسی اور ولی کو بالغہ باکرہ لڑکی کو شادی پر مجبور کرنے کا کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔ باپ یا اولیاء پر شادی کے معاملے میں لڑکی کی مرضی یا امر معلوم کرنا واجب ہے اور باپ یا اولیاء کو لڑکی پر اس کی مرضی کے خلاف جبر کر کے شادی کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ اس لیے کہ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے موافق فقہاء کی رائے میں اولیاء کو حق اعتراض دو وجہ سے حاصل ہو سکتا ہے: اول یہ کہ شوہر ہم کفو نہ ہو، دوم یہ کہ مہر مثل نہ ہو۔

عاقلہ بالغہ لڑکی کے اختیارات کے سلسلہ میں فقہاء کی آراء درج ذیل ہیں:

1. پسند کی شادیوں کے حوالے سے احناف کی آراء احناف کے نزدیک عاقلہ، بالغہ لڑکی اگر خود اپنا نکاح ولی کی مرضی کے بغیر بھی کرلے تو اس کا نکاح منعقد ہو جائے گا، البتہ اس کا یہ عمل خلاف مستحب ہو گا:

"عن أبي حنيفة تجوز مباشرة البالغة العاقلة عقد نكاحها ونكاح غيرها مطلقا إلا أنه خلاف المستحب وهو ظاهر المذهب-"(38)

"امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عاقلہ بالغہ لڑکی کا اپنی پسند سے اپنا نکاح یا کسی اور لڑکی کا نکاح کروانا جائز ہے اور یہ خلاف مستحب ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے۔"

یہی ظاہر مذہب ہے کے لفظ سے ظاہر ہے کہ اس کی وجہ سے لڑکی گنہ گار نہیں ہو گی، البتہ اس طریقہ کار کی حوصلہ افزائی نہیں کی جائے گی۔

اپنی پسند سے نکاح کرنا ایسا خالص حق ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے متناکحین کو تفویض کیا ہے، صاحب ہدایہ اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"ووجه الجواز أنها تصرفت فى خالص حقها وهي من أهله لكونها عاقلةً مميزةً، ولهذا كان لها التصرف فى المال ولها اختيار الازواج وإنما يطالب الولى بالتزويج كيلا تنسب إلى الوقاحة ثم فى ظاهر الرواية لا فرق بين الكفوء وغير الكفو ء ولكن للولى الاعتراض فى غير الكفوء- وعن أبى حنيفة وأبى يوسف رحمهما الله انّه لايجوز فى غير الكفء لأنه كم من واقع لا يرفع ويروى رجوع محمدًا إلى قولهما-"(39)

"ایسے نکاح کو جائز قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس عورت نے خالص اپنے حق میں تصرف کیا ہے اور وہ اس کی اہل بھی ہے کیونکہ وہ عاقل ہے اور سمجھدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسے اپنے مال میں بھی تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہے اور اسے شوہر منتخب کرنے کا بھی اختیار حاصل ہے، ولی کے ذریعے شادی کرنے کا مطالبہ اس لیے کیا جاتا ہے کہ اسے بے شرمی کی طرف منسوب نہ کیا جائے۔ پھر ظاہر الروایت میں یہ بھی منقول ہے کہ اس بارے میں کفو اور غیر کفو کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے تاہم غیر کفو کے بارے میں اعتراض کرنے کا حق ولی کو حاصل ہو گا۔ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف سے یہ روایت بھی منقول ہے۔ غیر کفو میں ایسا کرنا جائز نہیں ہو گا۔ کیونکہ کتنے ہی ایسے وقعات ہیں جو مشہور نہیں ہوتے (یا عدالت تک نہیں پہنچ پائے) اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ امام محمدؒ نے ان دونوں حضرات کے قول کی طرف رجوع کر لیا ہے۔"

فقہائے احناف میں سے امام محمد کی شرط "دفعاً لِضرر العار عن أنفسهم" کا جائزہ اس طرح بھی دیا جانا چاہیے کہ والدین نکاح کو (جو لڑکی نے خود چھپ کر کیا ہو) والدین قبول کر بھی لیں تو کیا وہ والدین کے لیے باعث شرمندگی

نہیں ہو گا کیونکہ معاشرے میں بہت سے سوال اٹھیں گے کہ آخر ایسا کیا مسئلہ تھا کہ جس کی وجہ سے بچی نے چھپ کر نکاح کیا، اور والدین نے اسے کسی وجہ سے قبول کیا، اس کے علاوہ اگر خفیہ نکاح والدین قبول بھی کر لیں اور اس کی تشہیر بھی نہ ہو تو کیا والدین دل سے اس نکاح کو قبول کر لیں گے۔ اُن کے دل کی کیا کیفیت ہو گی جب انہیں علم ہو گا کہ ان کی بیٹی یا بہن نے از خود نکاح کر لیا ہے۔ کیا وہ ایسے نکاح پر خوش ہوں گے یا دلبر داشتہ ؟

احناف کا نقطہ نظر یہ ہے کہ عاقلہ بالغہ اپنا نکاح از خود کر سکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ نکاح غیر کفو میں نہ ہو، اگر ولی کی مرضی اور اجازت کے بغیر غیر کفو میں کر لیا تو وہ نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ علامہ ابن ہمامؒ نے عدم انعقاد کے قول کو مفتیٰ بہ قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

''واختيرت الفتویٰ۔''(40)

''اور میں اسی فتوی کو اختیار کیا۔''

لہٰذا والدین کی قبولیت کے باوجود بہت سے ایسے سوال باقی ہیں جن کے جواب تشنہ ہیں، والدین نے اپنی اولاد کی تربیت میں کہاں پر کمی چھوڑی تھی کہ اولاد کو اتنا بڑا فیصلہ خفیہ طور پر کرنا پڑا؟ کیا والدین کو اپنی اولاد کے حقوق کی حفاظت نہیں کرنی چاہیے اور ایسے فیصلوں کی نوبت آخر کیوں آئی ہے ؟

پسند کی شادیوں کے حوالے سے جعفریہ کا موقف

فقہائے احناف کی طرح فقہ جعفریہ میں بھی عاقلہ و بالغہ کو اپنی مرضی سے نکاح کرنے کا حق حاصل ہے لیکن اولیاء کی رضامندی سے منعقد ہونے والے نکاح کو زیادہ بہتر سمجھا جائے گا تاکہ کسی قسم کے اختلاف اور شبہے کی گنجائش باقی نہ رہے، جیسا کہ الاستبصار میں رقم ہے:

''لا بأس بتزوج البكر إذا رضيت من غير إذن أبيها۔'' (41)

''باکرہ راضی ہو تو اسکے لیے اپنے والد کی اجازت کے بغیر نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

پسند کی شادیوں کے حوالے سے ائمہ ثلاثہ کا موقف

''شوافع اور حنابلہ کے نزدیک عاقلہ بالغہ لڑکی کو از خود اپنا نکاح کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہے۔ مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک ولایت اجبار ختم ہونے کے بعد بھی لڑکی خود اپنا نکاح نہیں کر سکتی۔''(42)

ابن قدامہ نے جمہور کے نقطہ نظر کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے:

''إن النكاح لا يصح إلا بولي ولا تملك المرأة تزويج نفسها ولا غيرها ولا توكيل ولي غيرها فی تزويجها، فإن فعلت لم يصح النكاح۔''(43)

”نکاح ولی کے واسطہ سے ہی ہو سکتا ہے عورت نہ خود اپنا نکاح کر سکتی ہے نہ کسی کی وکالت کر سکتی ہے اگر ایسا کرے تو نکاح درست نہ ہو گا۔“

جمہور کے پیش نظر وہ روایات ہیں جن میں ولی کے بغیر نکاح کو باطل قرار دیا گیا ہے، جیسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''أيما امرأة لم ينكحها الولي، فنكاحها باطل، فنكاحها باطل، فنكاحها باطل-''[44]

”جس عورت کا نکاح اس کے ولی نے نہیں کیا اس کا نکاح، باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے۔“

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کے الفاظ ہیں:

''لا نكاح إلا بولي''[45]

”ولی کی اجازت کے بغیر لڑکی کا نکاح (درست) نہیں ہے۔“

تو جب ولی ولایت اجبار باقی رہتے ہوئے لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کر سکتا ہے تو لڑکی کے اپنے نفس کے بارے میں زیادہ حق دار ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اگر وہ ولی کی بھی اجازت کے بغیر نکاح کر لے تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔

حسب ذیل شرائط کے پائے جانے کی صورت میں شریعت اسلامی نے ولی کے بغیر نکاح کا اختیار دیا ہے۔

نکاح کرنے والا بالغ ہو، لہذا صبی عاقل کا نکاح اگرچہ احناف کے نزدیک منعقد ہو جائے گا، مگر اس کا نفاذ اس کے ولی کی اجازت پر موقوف ہو گا۔

صبی جب تک صبی ہوتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

1. صبی غیر ممیز

اس سے مراد وہ بچہ جس کی عمر سات سال سے کم ہو۔

2. صبی ممیز

اس سے مراد وہ بچے ہے جس کی عمر سات سال سے زیادہ ہو گو کہ اس میں عقل ہوتی ہے لیکن ناپختہ لہذا اسے عاقل نہیں کہا جاتا۔ عاقل اسے اس وقت ہی کہا جائے گا جب وہ بالغ ہو جائے۔ اس مسئلہ کے متعلق احناف کا نظریہ یہ ہے کہ صبی ممیز جو عقد کرے گا اس میں کل تین احتمالات ہیں:

1. محض نفع بخش عقد" ایسا عقد اگر صبی ممیز کرتا ہے تو بالکل صحیح اور نافذ ہے۔ جیسے ھدیہ قبول کرنا، وصیت قبول کرنا، وقف قبول کرنا یا جیسے کہ اگر اس پر کوئی قرض ہے اور قرض دار اسے قرض معاف کر دیتا ہے۔
2. ہر حوالے سے نقصان دہ ”عقد“ ایسا عقد اگر صبی ممیز کرتا ہے تو وہ صحیح نہیں ہو گا۔

3. وہ عقود جن میں نفع و نقصان کا احتمال ہے اسے عقود اگر وہ کرتا ہے تو وہ ولی کی اجازت پر موقوف ہیں۔ اگر ولی نے اس کی اجازت دے دی تو نافذ ہو جائیں گی ورنہ ختم ہو جائیں گے اور نکاح کرنا اسی قسم کے عقود سے ہے۔

علامہ کاسانی نے شرائط جواز نکاح کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھاہے:

''منها أن يكون العاقد بالغا فإن نكاح الصبى العاقل وإن كان منعقدا على اصل أصحابنا فهو غير نافذ بل نفاذه يتوقف على إجازة وليه-''[46]

''(جن کے نزدیک نکاح ولی کی اجازت کے بغیر بھی منعقد ہو جاتا ہے انہوں نے بھی کچھ شرائط بیان کی ہیں۔) ان میں سے یہ بھی ہے کہ عقد کرنے والا بالغ ہو کیونکہ نابالغ عقلمند بچے کا نکاح اگرچہ اصلاً منعقد ہوتا ہے لیکن اس کا نفاذ ولی کی اجازت پر موقوف ہے۔''

نکاح کرنے والا آزاد ہو، لہذا عاقل، بالغ غلام کا نکاح اس کے مولی کی اجازت کے بغیر درست نہیں ہو گا۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''أيما عبد تزوج بغير إذن مواليه فهو عاهر-''[47]

''جس غلام نے بھی اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو وہ بدکار ہے۔''

نکاح کرنے والا عاقل ہو۔ لہذا مجنون اور پاگل کا نکاح ولی کے بغیر درست نہیں ہو گا۔

نکاح کے باب میں وہ ولایت کا اہل ہو لہذا جو شخص ولایت فی النکاح کا اہل نہیں ہو گا، اسے بذات خود نکاح کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہو گا۔ بدائع میں ہے:

''ومنها الولاية في النكاح فلا ينعقد إنكاح من لا ولاية له-''

''نکاح کی ولایت کا اہل ہونا بھی شرط ہے پس جس کے پاس ولایت کا اختیار نہ ہو اس کا کیا ہوا نکاح منعقد نہ ہو گا۔''

علامہ ابن رشد مالکی نے بیان کیاہے:

''أما الرجال البالغون الأحرار المالكون لأمر أنفسهم، فإنهم اتفقوا على اشتراط رضاهم و قبولهم في صحة النكاح-''[48]

''جو لوگ آزاد اور بالغ ہیں ان کا نکاح صرف ان کی رضامندی اور اجازت سے درست ہو جائے گا، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔''

ائمہ ثلاثہ (امام شافعی، امام مالک اور امام احمد بن حنبل) کے نزدیک عورتوں کی عبارت سے نکاح منعقد نہیں ہوتا اور اس میں صغیرہ، کبیرہ، باکرہ، ثیبہ، عاقلہ اور مجنونہ سب برابر ہیں۔

علامہ ابن رشد تحریر فرماتے ہیں:

''اختلف العلماء هل الولاية شرط من شروط صحة النكاح أم ليست بشرط فذهب مالک إلى أنه لایکون نكاح إلا بولي وإنها شرط في الصحة۔''(49)

اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا ولایت صحت نکاح کی شروط میں سے ایک شرط ہے یا نہیں تو امام مالک کے نزدیک یہ شرط ہے اور بغیر ولی کے نکاح نہیں ہو گا۔

علامہ ابن قدامہ رقمطراز ہیں:

''لا تملک المرأة تزويج نفسها ولا غيرها ولا توكيل غير وليها فی تزويجها فإن فعلت لم يصح النكاح۔''(50)

عورت اپنا نکاح خود نہیں کر سکتی، نہ کسی دوسری عورت کا کر سکتی ہے اور نہ اپنی شادی میں غیر ولی کو وکیل بنا سکتی ہے کیونکہ ایسا کرنے کی صورت میں نکاح ہی صحیح نہ ہو گا۔

خلاصہ بحث

اللہ تعالیٰ نے مرد وزن کے مابین جذبہ محبت و لگن کی تکمیل کے لیے نکاح کے بندھن کو قائم کرنے کا حکم دیا ہے اور نکاح کے لئے اصول و قوانین وضع فرمائے ہیں۔ نکاح / شادیکرنے کی غرض سے مرد وزن کے مناسب میل جول کے لئے بھی مذہب کی طرف سے اصول وضوابط موجود ہیں۔ مغرب زدہ معاشروں کے علاوہ دیگر معاشروں میں بھی مرد وزن کے درمیان نکاح کے بغیر کسی بھی قسم کے آزاد جذبے اور وابستگی کو پذیرائی نہیں ملی۔

گزشتہ صفحات میں بالغوں کے حق تصرف نفس پر فقہاء اسلام کا نقطہ نظر دلائل کے ساتھ ذکر کیا گیا۔ اس امر کو تفصیل سے ذکر کیا کہ شرعا کن لوگوں کو اپنا نکاح خود کرنے کا اختیار حاصل ہے اور کون لوگ ہیں جن کے نکاح کا اختیار بلوغت کے باوجود بھی ان کے اولیاء کو حاصل ہے۔ احناف اور جعفریہ کے نزدیک عاقل وبالغ افراد لڑکا ہو یا لڑکی اپنا نکاح کرنے کا مکمل اختیار رکھتے ہیں، جبکہ ائمہ ثلاثہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ لڑکی بلوغت کے بعد بھی اپنا نکاح اپنی مرضی سے خود نہیں کر سکتی بلکہ اس کے اولیاء سرپرستوں کو یہ حق بطور ولایت حاصل ہے۔

شریعت اسلامیہ اس بات کو بھی پسند کرتی ہے کہ عورتیں نکاح جیسے اہم معاملہ میں اپنے ولی کی رائے اور مشوروں کا احترام کریں، یہ ان کے حق میں بہتر ہے تاکہ اولیاء ان کے بہتر مستقبل کے لئے کفو میں مناسب رشتہ تلاش کر سکیں، یوں وہ اپنی جذباتیت اور عجلت پسندی کے مضر اثرات سے محفوظ رہ سکیں گی اور ان کے لئے کسی غیر مناسب رشتہ کی ڈور میں بندھنا ناممکن ہو جائے گا، تاہم شریعت یہ نہیں چاہتی کہ اولیاء اپنے زیر سرپرست بچوں کی پسند اور ناپسند کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے جہاں چاہیں اور جس کے ساتھ چاہیں اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیں، کیونکہ اس سے بعض اوقات منفی نتائج بر آمد ہوتے ہیں اور بے جوڑ شادیوں سے خاندانوں میں قربتوں کی بجائے دوریاں پیدا

ہو جاتی ہیں، بچوں کے سرپرست حضرات کو اس انداز کا کلی اختیار دینا چونکہ مفاسد سے خالی نہیں، اس لئے شریعت نے اولیاء کو یک گونہ اختیار دیا اور لڑکے لڑکیوں کی رضا اور اجازت کو بھی اس کے ساتھ ملحوظ رکھا ہے۔

☆☆☆☆☆

﴿حوالہ جات حواشی﴾

1. البقرہ،230:2
2. ایضا، 2: 232
3. ایضا، 2: 234
4. القشیری، مسلم بن الحجاج بن مسلم (دون سنة الطبع). مسلم الصحیح، کتاب النکاح، باب استئذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت، ج: 2، ص:1037، رقم: 1421
5. الترمذی،ابو عیسی محمد بن عیسی، (دون سنة الطبع). السنن، کتاب النکاح، باب ما جاء فی استئمار البکر والثیب،ج:3، ص:416، الرقم:1108
6. الکاسانی، علاء الدین أبو بکر بن مسعود بن أحمد (دون سنة الطبع). بدائع الصنائع، الکویت، وزارة الأوقاف والشئون الإسلامیة، ج: 2، ص:241
7. شامی، محمد بن محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین،(1992ء). حاشیه رد المحتار علی الدر المختار، بیروت،دار الفکر، ج:3، ص:58
8. *المرغینانی، برھان الدین علی بن ابی بکر،(س.ن). الہدایۃ، کراچی، ایچ، ایم سعید اینڈ کمپنی، ج:2، ص:282*
9. کاسانی، بدائع الصنائع، ج:2، ص:247
10. المرغینانی،(دون سنة الطبع). هدایة مع فتح القدیر وعنایة، طبع المکتبة التجاریة مصر، ج:2، ص:395
11. ابن عابدین، محمد امین بن عمر بن عبد العزیز الحنفی، (2000ء)۔ حاشیة رد المحتار علی الدرالمختار، بیروت، دار الفکر، ج: 3،ص: 855
12. ایضا، ج:3،ص:82
13. ایضا، ج:1،ص183
14. ابن همام، کمال الدین محمد بن عبد الاحد بن عبد الحمید، (س.ن). فتح القدیر، بیروت، دار الفکر، ج:3، ص: 255
15. مودود الموصلی عبد الله بن محمود الحنفی، (1937ء)۔ الاختیار تعلیل المختار، القاهرة، مطبعة الحلبی، ج:3، ص:90
16. ابن همام، شرح فتح القدیر علی الهدایة، بیروت، دار الفکر، ج:3، ص:255

17. عابد حسین، جامع الجعفری، (1979ء)۔ ج:1، ص:563

18. طوسی، ابی جعفر محمد بن الحسن بن علی ،(1992)۔ الاستبصار فیما اختلف من الاخبار۔ یروت، دار الاضواء، ج: 3، ص:232

19. ابن بابویه القمی، من لا یحضره الفقیه،(1889ء)،ج:3،ص:251

20. ابن قدامة، المغنی، ج:7، ص:5

21. ابن رشد، ابو ولید محمد بن احمد بن محمد بن رشد القرطبی، (1408ھ)۔ المقدمات المهدات، بیروت، دار الغرب الاسلامی، ج:1، ص:475

22. القرطبی، ابن رشد، محمد بن احمد بن محمد بن احمد،(1425ھ)۔ بدایة المجتهد ونهایة المقتصد، القاهرة، مصر، دار الحدیث، ج:3،ص:33،34

23. (i)۔ شافعی، محمد بن ادریس، (1393ء)۔ اَلأُمّ، بیروت، لبنان: دار المعرفة، ج:6، ص:83

(ii)شیرازی، السید محمد الحسینی، (س ن). المذهب، القاهرة، مکتبة الحلبی، ج:4،ص:125

(iii)نووی، روضة الطالبین،(1421ھ)۔ ج:5،ص:401

(iv)نووی، ابو زکریة یحی بن شرف، (دون سنة الطبع)- المنهاج، بیروت، داراحیاء التراث، العربی، ج:3، ص:149

24. شیرازی،المذهب، ج:4،ص:125

25. ایضا،ج:4،ص:126

26. الشافعی، محمد بن ادریس،(1393ھ)۔ اَلاُمّ،بیروت،لبنان،دار المعرفہ،ج:5،ص:22

27. ابن قدامہ،ج:7،ص:38؟؟؟

28. ایضا،ج:6،ص:341

29. کاسانی،بدائع الصنائع،(س۔ن)۔ ج:2،ص:241

30. ایضا،ج:2،ص:242

31. مالک،بن انس بن مالک،امام،(1991ء)۔ المؤطا الامام مالک،روایۃ محمد بن الحسن،کتاب النکاح،باب النکاح بغیر الولی،دمشق، شام،دارالقلم،ج:2،ص:408،رقم:541

32. کاسانی،بدائع الصنائع،ج:2،ص:248

33. المرغینانی،الہدایہ،ج:2،ص:282

34. ایضا،ج:2،ص:282

35. ابن نجیم،زین الدین الحنفی(س۔ن)۔ البحر الرائق،بیروت،لبنان،دارالمعرفۃ،ج:3،ص:137

36. المرغینانی،الھدیۃ،ج:2،ص:284

37. البابرتی،محمد بن محمد بن محمود،(س۔ن)۔ العنایۃ شرح الھدایۃ،بیروت لبنان،دارالفکر،ج:3،ص:258

38. ابن ہمام، فتح القدیر، ج:3، ص:255
39. المرغینانی، ہدایہ، ج:2، ص:682
40. شوکانی، محمد بن علی بن محمد، (1964ء)۔ فتح القدیر، مصر: مطبع مصطفی البابی الحلبی، ج:3، ص:255
41. طوسی، الشیخ، (1363ھ)۔ الاستبصار، ابواب اولیاء، طہران، دار الکتب الاسلامیہ، ج:3، ص:232
42. (i) دردیر، أبو البرکات أحمد بن محمد بن احمد، الشرح الصغیر، (1393ھ)۔ مصر، دار المعارف، ج:2، ص:336
(ii) نووی، المجموع، شرح مہذب، ج:16، ص:146
(iii) ابن قدامہ، المغنی، ج:7، ص:5
43. ابن قدامہ، المغنی، ج:7، ص:5
44. ابن ماجہ، ابو عبد اللہ محمد بن یزید قزوینی، (1998ء)۔ السنن، بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، ج:1، ص:605، رقم:1879
45. ایضا، ج:1، ص:605، رقم:1880
46. کاسانی، بدائع الصنائع، ج:2، ص:233
47. سجستانی، ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، (1994ء)۔ السنن۔ کتاب النکاح، باب فی نکاح العبد بغیر إذن سیدہ، بیروت، لبنان: دار الفکر، ج:2، ص:228، قم:2078
48. ابن رشد، بدایۃ المجتہد، ج:2، ص:4
49. ایضا، ج:2، ص:7
50. ابن قدامۃ، المغنی، ج:7، ص:337

☆☆☆☆☆

﴿مصادر و مراجع﴾

1. ابن بابویه القمی، (1889ء).من لا يحضره الفقيه، بيروت، مؤسسة الأعلمی
2. الحنفی، ابن عابدين، محمد امين بن عمر بن عبد العزيز،(2000ء)۔حاشية رد المحتار على الدرالمختار، بيروت، دار الفكر
3. قزوينی، ابن ماجة، ابو عبد الله محمد بن يزيد،(1998ء)۔السنن، بيروت، لبنان، دارالكتب العلمية
4. ابن نجيم، زين الدين الحنفی، (س۔ن)۔ البحرالرائق، بيروت، دارالمعرفة
5. ابن همام، كمال الدين محمد بن عبد الاحد بن عبد الحميد (س۔ن)۔شرح فتح القدير على الهداية بيروت، دار الفكر
6. سجستانی،ابو داؤد، سليمان بن اشعث، (1994ء)۔ السنن۔ كتاب النكاح، بيروت،دار الفكر
7. البابرتی، محمد بن محمد بن محمود، (س۔ن)۔ العناية شرح الهداية، بيروت لبنان، دارالفكر

8. الترمذی، السنن، کتاب النکاح، باب ما جاء فی استئمار البکر و الثیب شامی، محمد بن محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین دمشقی (1992ء)۔ حاشیہ رد المحتار علی الدرالمختار، بیروت، لبنان، دار الفکر
9. دردیر، اَبوالبرکات اَحمد بن محمد بن احمد،(1393ھ)۔ الشرح الصغیر، مصر، دار المعارف
10. شافعی، محمد بن ادریس،(1393ء)۔ اَلاُمّ، بیروت، لبنان، دار المعرفہ
11. شوکانی، محمد بن علی بن محمد،(1964ء)۔ فتح القدیر، قاہرۃ، مطبع مصطفی البابی الحلبی
12. شیر ازی، السید محمد الحسینی،(س۔ن)۔ المہذب، القاہرہ، مطبعۃ الحلبی
13. طوسی، ابی جعفر محمد بن الحسن بن علی،(1992)۔الاستبصار فیما اختلف من الاخبار،بیروت، لبنان، دار الاضواء
14. القرطبی، ابن رشد،(1425ھ)۔بدایۃ المجتھد ونھایۃ المقتصد، القاھرۃ، مصر، دار الحدیث
15. القرطبی، ابن رشد، ابو ولید محمد بن احمد بن محمد (1408ھ)۔ المقدمات المھدات، بیروت، دار الغرب الاسلامی
16. القشیری، مسلم بن الحجاج بن مسلم (دون سنة الطبع). مسلم الصحیح، بیروت، دار احیاء التراث العربی
17. کاسانی، علاؤ الدین، (1404ھ-1427ھ)۔ بدائع الصنائع الموسوعة الفقهیة الکویتیة، صادر عن وزارة الأقاف والشئون الإسلامیہ، الکویتہ
18. مالک بن أنس بن مالک، امام، (1991ء)۔ المؤطا الإمام مالک، دمشق، شام، دارالقلم
19. المرغینانی، ھدایۃ شرح البدایۃ المبتدی، مصر، مکتبۃ مصطفی البابی، الحلبی
20. المقدسی، ابن قدامہ، اَبو محمد بن عبد اللہ بن احمد،(1405ھ)۔ المغنی فی فقہ الإمام احمد بن حنبل، بیروت، دار الفکر
21. الموصلی، مودود عبد اللہ بن محمود الحنفی،(1937ء)۔ الاختیار تعلیل المختار، القاہرۃ، مطبعۃ الحلبی
22. نووی، ابوزکریا، یحیٰ بن شرف (س۔ن)۔ کتاب المجموع، جدہ، مکتبۃ الرشاد
23. نووی، ابوزکریا،(2000ء)۔ روضۃ الطالبین، بیروت، دار الکتب العلمیۃ
24. نووی، ابوزکریا،(س۔ن)۔ المنہاج، بیروت، داراحیاء التراث، العربی